روح کی حقیقت

از

فقیہ العصر حضرت مولانا
مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب
نور اللہ مرقدہ

فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تسہیل رسالہ ''الفتوح فیما یتعلق بالروح''

یعنی

روح کی حقیقت

بعد الحمد والصلوٰۃ گزارش آنکہ روح انسانی کے متعلق بحث کے قابل کل پانچ مذاہب ہیں :

(۱) ایک حکماء متقدمین کا۔ ان کے نزدیک روح جوہر مجرد قدیم ہے۔

(۲) دوسرا حکماء متاخرین کا وہ کہتے ہیں کہ وہ جوہر مجرد حادث بعد البدن ہے۔ اس کو حکماء نفس ناطقہ بھی کہتے ہیں۔

(۳) تیسرا مذہب صوفیاء اہل مکاشفہ کا ہے ان کے نزدیک روح جوہر مجرد حادث قبل البدن ہے اور وہی مدبر بدن ہے۔

(۴) چوتھا مذہب علماء متکلمین اور اکثر اہل کلام وعلماء ظاہر کا ہے کہ روح جسم لطیف غیر عنصری ہے جو تمام بدن میں نفوذ کیے ہوئے ہے اور اسی سے بدن کی حیات قائم ہے۔

(۵) پانچواں قول اطباء کا ہے کہ وہ ایک جسم عنصری یعنی بخار ہے جو غذا سے پیدا ہوتا ہے اور باختلاف محل افعال مختلفہ کا مصدر ہوتا ہے، چنانچہ قلب میں اس کے متعلق ابقاء حیات ہے اور اس اعتبار سے اس کا نام روح حیوانی

ہے اور کبد میں اس کے متعلق ہضم ہے اور اس اعتبار سے اس کا نام روح طبعی ہے اور دماغ میں اس کے متعلق احساس وادراک ہے اور اس مرتبہ میں اس کا نام روح نفسانی ہے۔

مذہب اول ودوم کی بنا محض عقلی دلائل ہیں اور ان کا مخدوش ہونا کتب کلامیہ میں مبسوط ہے۔

اور مذہب اول کا باطل ہونا تو دلیل عقلی سے بھی ثابت ہے کیونکہ غیر اللہ کا قدیم ہونا دلیل عقلی سے باطل ہے۔

اور مذہب دوم حدوث روح بعد البدن پر گو حکماء نے دلیل عقلی قائم کی ہے لیکن اس کے مقدمات مخدوش ہیں جیسا کہ ''درایۃ العصمۃ'' میں مذکور ہے۔ اور دلیل نقلی اس حدوث بعد البدن کے وقوع کا ابطال کرتی ہے، چنانچہ حدیث مرفوع میں ہے :الارواح جنود مجندۃ (رواہ البخاری) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ارواح ایک حالت میں سب مجتمع اور اکٹھی نہیں ،اور ظاہر ہے کہ بعد تعلق بالبدن کے جمیع ارواح کا یہ اجتماع کسی مقام میں اب تک واقع نہیں ہوا، پس لامحالہ یہ اجتماع بدن کے ساتھ ارواح کے تعلق سے پہلے تھا جس سے ثابت ہوا کہ قبل تعلق بالابدان کے ارواح موجود ہو چکی تھیں ۔ پس حدوث بعد البدن باطل ہے۔ چنانچہ حاشیہ لمعات میں بھی اس حدیث سے حدوث ارواح قبل البدن پر استدلال کیا ہے۔

غرض مذہب اول وثانی باطل ٹھہرے۔

تیسرے مذہب کی دلیل کشف ہے، جس کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی دلیل

شرعی کے مخالف نہ ہو تو صحت کو محتمل ہے ورنہ نہیں، اور یہ کشف کسی دلیل شرعی کے مخالف نہیں ہے پس صحت کو محتمل ہوا۔

اور پانچویں مذہب کی دلیل مشاہدہ ہے جو کہ شرعاً حجت ہے اور اگر وہ کسی دلیل شرعی کے ظاہراً مخالف ہو تو دلیل شرعی میں تاویل واجب ہوتی ہے، لیکن یہاں یہ مخالفت نہیں ہے۔

اور چوتھے مذہب کی دلیل ظاہر نصوص شرعیہ ہیں۔ چنانچہ سورۃ سجدہ میں ہے: ثم سواہ ونفخ فیه من روحه اس سے معلوم ہوا روح منفوخ ہے اور منفوخ کا جسم ہونا ضروری ہے لیکن وہ غیر ہے سویٰ کا اور سویٰ جسم عنصری ہے، پس جسم عنصری کا غیر ہوا اور جسم ہونا منفوخ ہونے سے ابھی ثابت ہوا، پس جسم غیر عنصری ہوا۔ اور یہ معنیٰ مغایرت کے ظاہری ہیں ورنہ فی نفسہ احتمال یہ بھی ہے کہ باوجود عنصری ہونے کے مغایرت محض مصداق میں ہو، مگر ظاہر ہونا اس کا اس وجہ سے ہے کہ اگر یہ عنصری ہوتا تو تسویہ کا متعلق اس کو بھی ٹھہرانا ظاہراً مناسب تھا، پس آیت اس مدعیٰ میں ظنی الدلالت ہوئی جو مسئلہ ظنیہ میں دلیل کافی ہے۔ اور سورۃ مومنون میں بعد علقه، ومغضه، وکسوۃ عظام باللحم کے ثم انشأناہ خلقاً آخر فرمایا ہے جس سے مراد یقیناً نفخ روح ہے اور علقۂ وغیرہ عنصری ہیں اور پھر اس نفخ روح کو خلق آخر فرمایا جس سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ یہ نوع آخر ہے پس یہ غیر عنصری ہوگا اور جسم ہونا اوپر ثابت ہو چکا پس جسم غیر عنصری ہونا ثابت ہوگیا۔

نیز دوسری مخلوقات کے بارہ میں ارشاد ہوا ہے: واللہ خلق کل دابة

من ماء اور فرمایا و لقد خلقنا الانسان من سلالة من طین اور فرمایا و خلق الجان من مارج من نار۔ اور ملائکہ کو حدیث میں مخلوق من النور فرمایا ہے (رواہ مسلم) پس ان نصوص میں ان مخلوقات کا مادہ باوجود کسی کے نہ پوچھنے کے بتلایا ہے اور روح کے بارہ میں باوجود سوال کیے جانے کے فرمایا :قل الروح من امر ربی ۔ جس سے عند التامل معلوم ہوتا ہے کہ اگر روح عنصر سے مکون ہوتی تو جوب میں من الھواء یا اس کے مثل فرما دیتے ۔ معلوم ہوا کہ وہ کسی عنصر سے مکون نہیں اور جسم ہونا اوپر ثابت ہو چکا تو اس کا قوام کسی ایسے لطیف مادہ سے ہوا ہے جس کو من النور بھی نہیں فرمایا۔

نیز احادیث میں ہے :اذا خرجت روح المؤمن اور انطلقوا به اور یعاد روحه اور ارواح المؤمنین فی طیر خضر معلق بشجر الجنة وغیر ذٰلك اور خروج اور انطلاق اور عود اور دخول فی خوالب الطیور یہ سب خواص اجسام سے ہیں اور غیر عنصری ہونا پہلے ثابت ہو چکا پس جسم غیر عنصری ہوا۔

حدیثوں میں اسی روح کا نام نفس اور نسمہ بھی آیا ہے ۔ اور کتاب و سنت میں زیادہ بحث اسی روح سے کی گئی ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

قل الروح من امر ربی الخ ۔ روح کے متعلق احکام مذکورہ کے غیر معلوم ہونے کا شبہ نہ کیا جاوے ،کیونکہ مقصود اس سے علم بالکنہ کی نفی ہے اور جو مذکور ہوا اس سے علم بالوجہ کا اثبات ہوتا ہے۔ فلا منافاة ۔ چنانچہ

جواب میں من امر ربی فرمانااسی بناپر ہے کہ اس جسم کی حقیقت مبین نہیں ہوتی جو کہ نور سے بھی زیادہ الطف ہے۔

جب اس چوتھے مذہب کا مدلول نصوص ہوناثابت ہوگیااو رمذہب ثالث اورخامس اس کے معارض ہیں توبظاہر یہ متوہم ہوتاہے کہ ثالث توبوجہ اس کے کہ اس کی بنامکاشفہ ہے باطل ہوگااورخامس چونکہ مشاہد ہے اس کی وجہ سے نصوص مذکورہ میں تاویل واجب ہوگی ،سو تحقیق اس کی یہ ہے کہ تعارض اس وقت ہوتاہے جب ایک دوسرے کی نفی کرتااوریہاں ایسانہیں کیونکہ یوں کہاجاسکتاہے کہ انسان کے ساتھ تین چیزیں متعلق ہیں اورایک ایک دلیل نے ایک ایک امر کااثبات کیا ہے ،اوراپنی اپنی اصطلاح میں اس کانام روح رکھاہے اوراس نے دوسرے سے تعرض نہیں کیانہ اثباتاًنہ نفیاًتواب اس میں کچھ اشکال نہیں رہے گااورچونکہ اکثرمحققین کے کلام سے ایساہی معلوم ہوتاہے اس لیے مظنون یہ ہے کہ بدن انسانی کے ساتھ تینوں متعلق ہیں ،اس طرح سے کہ روح بمعنیٰ جوہرمجرد کاتعلق بدن سے بواسطہ روح یعنی جسم عنصری کے ہے اورروح بمعنیٰ جسم غیرعنصری کا تعلق بواسطہ روح طبی بمعنیٰ جسم عنصری کے ہے۔اول کافعل بدن میں بواسطہ ثانی کے ہے اورثانی کافعل بواسطہ ثالث کے ہے۔

موت کے وقت جب ثالث کاتعلق منقطع ہوتاہے اوروہ بدن سے نکل جاتی ہے ،ثانی بھی نکل جاتی ہے اوراس ثانی کے نکلنے سے اول کافعل اورتصرف بھی مفارق ہوجاتاہے ۔اوربعدخروج یہ ثالث عناصرمیں مل جاتی ہے جیساکہ اصل میں یہ جزعناصرہے ،اورثانی عالم برزخ میں باقی رہتی ہے جو کہ ایک

مکان ہے جس کا بیان آگے آتا ہے اور اول چونکہ مجرد ہے اس لیے وہ کسی مکان میں نہیں کیونکہ مکان خواص مادہ اور مادیات سے ہے اور قبل تعلق بالبدن بھی اسی طرح وہ مکان میں نہ تھی اس لیے اس کو مکانی کہتے ہیں۔ اور مجازاً یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ وہ لامکان میں رہتی ہے۔ اور صوفیہ نے لطائف کی بحث میں اس کی نسبت اسی معنیٰ کو کہا ہے کہ فوق العرش ہے جس کے معنیٰ یہ نہیں کہ عرش کے اوپر رہتی ہے بلکہ چونکہ عرش منتہی ہے امکنہ ثابتہ بالدلیل کا اور یہ امکنہ سے مجرد ہے اس لیے فوق العرش کنایہ ہے غیر مکانی ہونے سے اور اسی لامکاں کا لقب حدیثوں سے عماء بھی معلوم ہوتا ہے، چنانچہ اس سوال پر این کان ربنا؟ حضور ﷺ نے جواب میں فی عماء فرمایا اور یہ ظاہر ہے کہ مکان ذات باری تعالیٰ سے منتفی ہے پس عماء لامکان ہی کو فرمایا ہے۔

ہر چند کہ اکثر متکلمین نے ممکنات میں مجرد کے پائے جانے سے انکار کیا ہے بلکہ بعض نے قائلین بوجود المجرد کی تکفیر تک کی ہے، لیکن انصاف یہ ہے کہ نفس تجرد کے ابطال پر کوئی دلیل نہیں البتہ مجرد کا قدم یہ بے شک باطل ہے، عقلاً بھی اور نقلاً بھی۔ اور تجرد کے ابطال کی جو دلیل انہوں نے بیان کی ہے کہ تجرد اخص صفات باری تعالیٰ سے ہے اس لیے اس میں دوسرا مشارک نہیں اور اسی بنا پر تکفیر بھی کی ہے سو خود یہ مقدمہ ممنوع ہے بلکہ ممکن ہے اور واقع میں صحیح یہ ہے کہ اخص صفات صرف وجوب بالذات اور قدم مطلق ہے، پس اگر کوئی ایسے مجرد کا قائل ہو جو ممکن اور حادث بمعنیٰ مسبوق بالعدم الواقعی ہو جیسا کہ صوفیاء نے ارواح کے تجرد کا قول کیا ہے تو اس میں کیا حرج ہے؟ پس ثابت ہوا کہ ان

تینوں مذاہب میں تعارض نہیں ہے۔

ثواب وعقاب کون سی روح کو ہوتا ہے ؟

رہی یہ بات کہ ثواب وعقاب کس روح کو ہوتا ہے قبر میں بھی اور آخرت میں بھی ؟ سو روح طبی تو اوپر معلوم ہو چکا کہ وہ خروج از بدن کے بعد عناصر میں مل جاتی ہے اور اس پر عقاب وثواب گو ممکن ہے مگر کہیں مذکور نہیں اس لیے اس کے ثواب وعقاب کے قائل ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ ظاہر یہی ہے کہ وہ مورد ثواب وعقاب نہیں کیونکہ ممکن ہے وہ متحیل ہو کر پھر غذا بنے پھر اس غذا سے کسی دوسرے متغذی کے بدن میں بخار لطیف پیدا ہو اور اس شخص کے اعمال پہلے شخص کے خلاف ہوں پھر اس کے مرنے کے بعد اسی روح پر عقاب وثواب ہو تو لازم آئے گا روح واحد کا معذب و متنعم ہونا اور یہ باطل ہے ۔ نیز اس روح کا ہمیشہ گھٹنا بڑھنا حرکت سے تحلیل ہونا مشاہدہ سے ثابت ہے اور روح مذکور فی الشرع کا (جس پر عذاب وثواب کا ذکر آیا ہے) بقاء نصوص سے معلوم ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ یہ بخار مورد عذاب ہے نہ مورد ثواب ۔ نیز یہ بخار یہاں ہی رہ جاتا ہے اور روح شرعی کو ملائکہ کا لے جانا وارد ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

اب دو روحیں باقی رہ گئیں ایک غیر عنصری ، دوسری مجرد سو ایسا مظنون ہوتا ہے کہ دونوں مثاب و معاقب ہیں لیکن غیر عنصری کو تو ثواب وعقاب حسی ہوتا ہے اور مجرد کو ثواب وعقاب عقلی ہوتا ہے قبر میں بھی اور آخرت میں بھی اور غالباً اب یعنی دنیا میں بھی کسی کو راحت وکلفت پہنچنے کے وقت ایسا ہی

ہوتا ہے کہ دونوں متالم و متنعم ہوتی ہیں۔

اب رہی یہ بات کہ ان دونوں روحوں کا تالم و تنعم بواسطہ تعلق بدن کے ہے یا بلاواسطہ سو ممکن تو دونوں امر ہیں لیکن نصوص سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ بعد موت کے اس روح بمعنیٰ جسم غیر عنصری کا تعلق بدن کے ساتھ رہتا ہے، اب یہ کہ وہ کون سا بدن ہے آیا یہی بدن دنیوی یا اور کوئی بدن تو اس کی کوئی ایسی تصریح وارد نہیں جس میں احتمال مخالف نہ رہے لیکن مظنون یہ ہے کہ وہ دوسرا بدن ہے جیسا حدیثوں میں اجواف طیر خضر وغیرہ آیا ہے، اس بطن کو اہل کشف بدن مثالی کہتے ہیں، یعنی وہ بدن اسی بدن کی مثل یعنی خاص خاص صفات وکیفیات میں اس کے مشابہ ہے۔

البتہ بعض احادیث میں رد روح الی الارض وعود فی الجسد آیا ہے جس سے اسی بدن دنیوی کے ساتھ تعلق اور بدن مثالی سے عدم تعلق متبادر ہوتا ہے سو ممکن ہے کہ سوال کے وقت وہ روح بدن مثالی کے اندر ہو کر ارض کی طرف بھیجی جاتی ہو اور اس بدن عنصری کے ساتھ اس مجموعہ کو ایک گونہ متعلق کر کے سوال اسی روح وبدن مثالی سے ہوتا ہو مگر یہ تعلق عادۃً کسی حکمت سے اسی وقت شرط ہو جبکہ جسد عنصری باقی ہو۔ اور اگر وہ متفرق اور متلاشی ہو گیا ہو تو سوال وغیرہ اسی مجموعہ روح وبدن مثالی سے ہو جاتا ہو خواہ ارض میں یا غیر ارض میں پھر بعد سوال اس روح کا پھر آسمان کی طرف لیجایا جانا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے سب ارواح ملتی ہیں کیونکہ آخران سے بھی یقیناً کبھی سوال ہوا تھا۔

رہا حدیث نم کنومۃ العروس جس سے بظاہر روح کا قبر میں ہونا متوہم ہوتا ہے سو عند التامل اس قول کے فی القبر ہونے سے روح کا قبر میں ہونا لازم نہیں آتا کہ معارض عروج علیین کے ہو گومن وجہ قبر سے بھی تعلق رہتا ہو۔ اور نوم کہ عبارت ہے راحت سے نیز منافی لقاء و کلام کے نہیں۔

اب جو لوگ ثواب و عذاب قبر کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ صرف روح کو جسد مثالی کے ساتھ ہوتا ہے اور بدن عنصری کے ساتھ ارواح کا عالم برزخ میں کوئی تعلق نہیں ہوتا اور اس عقیدہ کو وہ لوگ حضرت حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہ کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ بھی غور کریں کہ اس عبارت میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تصریح فرمارہے ہیں کہ بوقت سوال قبر روح کو بدن مثالی کے ساتھ زمین کی طرف لوٹا کر اس بدن عنصری کے ساتھ اس مجموعہ کا ایک گونہ تعلق قائم کیا جاتا ہے اور سوال قبر کے بعد اس مجموعہ روح اور بدن مثالی کو آسمان کی طرف لے جایا جاتا ہے مگر اس مجموعہ روح اور بدن مثالی کا ایک گونہ تعلق قبر سے بھی رہتا ہے ۔جس جگہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جسد مثالی کے ساتھ عذاب قبر کا متعلق ہونا بیان فرمایا ہے اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ ارواح کا تالم و تنعم جو ہوتا ہے وہ جسد مثالی کے واسطہ سے ہوتا ہے ، بغیر جسد مثالی کے ارواح کا تالم و تنعم نہیں ہوتا، گویا ارواح کے تالم و تنعم کی صورت یہ بتلائی گئی ہے کہ جسد مثالی میں ہو کر ان کو تنعیم اور تعذیب ہوگی ، یہ صورت نہیں ہے کہ صرف ارواح کو تنعیم و تعذیب بغیر جسد مثالی کے ہوتی ہو اور نہ ان کی یہ مراد ہے کہ اس جسد عنصری کے ساتھ ارواح کا تعلق نہیں ہوتا بلکہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ عروج علیین کے باوجود اس بدن

عنصری سے ارواح کے ایک گونہ تعلق کے مثبت ہیں ، حتیٰ کہ بدن میت کے تفرق کے بعد بھی اگروہ سالم نہ ہوہرہرذرہ کے ساتھ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعلق کوثابت فرماتے ہیں ۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنی دوسری کتاب ''المصالح العقلیہ'' میں فرماتے ہیں :

''غرض روح کاتعلق قبر کے ساتھ ضرور ہوتاہے ۔۔۔۔۔ ارواح کا تعلق آسمان سے بھی ہوتاہے جہاں اس کے لیے مقام ملتاہے ۔۔۔۔۔ [[۔ پس یہ مسئلہ عام طور پر مسلمہ مسئلہ ہے بجز اس گمراہ فرقے کے جونفی بقاء ارواح کرتاہے]]'' (ج۳ص۱۲۷)

آگے تحریرفرماتے ہیں :

''اسی طرح بلاشبہ مرنے کے بعداجزاء بدن سے بھی روح کاتعلق رہتاہے گونیکوں کی روحیں علیین میں ہوتی ہیں اوربدوں کی سجین میں لیکن روحوں کاروحانی تعلق ابدان کے ذرات کے ساتھ رہناضروری ہے خواہ کسی کوقبر میں دفن کردیں خواہ جلادیں، خواہ وہ ڈوب جائے ، ذرے ذرے کے ساتھ روح کاتعلق (بالاتراز فہم) رہتا ہے ۔۔۔۔۔ ایساہی روح کاتعلق باوجود علیین وسجین کے تعلق کے بدن کے ساتھ بھی ہے اورضرورہے'' (المصالح العقلیہ ج۳ص۱۲۸)

اورامدادالفتاویٰ میں تحریرفرماتے ہیں :

جب انسان مرتاہے تواس کی روح باقی رہتی ہے ۔۔۔۔۔ اورمقام اس کا برزخ ہوتاہے ۔۔۔۔۔ اوراسی جگہ اس کوعذاب وضغطہ ہوتارہتاہے ،

خواہ جسد کہیں ہو، اور درندوں نے کھالیا ہو، یاسوختہ ہوکر متفرق ہوگیا ہو، البتہ اجزاء جسدیہ کے ساتھ اس کو کچھ تعلق رہتا ہے'' (ج۶ص۱۳۴)

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خط کشیدہ الفاظ بہت قابل لحاظ اور مستحق غور ہیں کہ حضرت ان الفاظ میں تعلق ارواح کے مسئلہ کو ''مسلمہ مسئلہ'' فرماتے ہوئے اس کے انکار کو اس گمراہ فرقے کی طرف منسوب فرمارہے ہیں جو روحوں کے باقی رہنے کا منکر ہے گویا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ صورت ناممکن ہے کہ کوئی شخص موت کے بعد ارواح کو تو باقی کہے اور ان کا تعلق قبر کے ساتھ تسلیم نہ کرے، بلکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بقاء ارواح کے قول کے ساتھ اس تعلق کو ماننا ضروری ہے۔

تنبیہ

ایک روح کا علیٰ سبیل التعاقب بدن عنصری، پھر بدن مثالی کے ساتھ متعلق ہونا مستلزم تناسخ کو نہیں ہے کیونکہ تناسخ کی حقیقت یہ ہے کہ دوسرا بدن جو مثل بدن اول کے ہو حدوثاً وبقاءً وفناءً اس کے ساتھ روح اول کا متعلق ہونا بغرض جزاء وسزا کے ہو اور یہ قیود یہاں مفقود ہیں، یہ تمثل کہلاتا ہے جیسا کہ ملائکہ کا ہوتا ہے جبکہ اس عالم میں نظر آتے ہیں۔قال اللہ تعالیٰ:فتمثل لھا بشرا سویا۔

اب رہا قصہ آخرت کا سو نصوص میں تصریح ہے کہ یہی بدن عنصری زندہ کیا جاوے گا،چنانچہ ارشاد ہے:کمابدأنااول خلق نعیدہ،ومثلہ فی الاحادیث۔ اور اس بدن کے ساتھ وہ روح بمعنیٰ جسم غیر عنصری تو ضروری متعلق

ہوگی، لیکن یہ روح عنصری ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی متعلق ہوکیونکہ یہ بھی اجزاء بدن سے ہے پس حشر میں یہ بھی شریک ہو گا۔

ایک اشکال کا حل

اور یہ اشکال کہ اس بدن کو کسی نے کھالیا ہو اور وہ اس کا جزء بدن ہوگیا ہو یا یہ بخارات کسی اور کے جزء بدن ہو گئے ہوں، پھر یہ کیسے اعادہ کیے جاویں گے، اس طریقہ سے حل ہے کہ ان میں سے کچھ اجزاء اصلیہ ایسے ہوں کہ وہ اس دستبرد سے محفوظ رہتے ہوں وہ سب اعادہ کیے جاویں۔

رہا روح مجرد کا تعلق سو مظنون یہ ہے کہ قبر اور آخرت دونوں میں وہ مثل تعلق دنیوی کے ہو اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول کمابدأنااول خلق نعیدہ کا ظاہر ہے کیونکہ تشبیہ کا تام ہونا جیسا کہ ظاہراً تشبیہ کا مدلول ہے اسی کو مقتضی ہے۔ پھر جنت و دوزخ میں یہی بدن جاوے گا اور اسی کے واسطہ سے روح کو الم اور لذت ہوگی جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ روح مجرد کو عقاب و ثواب عقلی ہو گا اور روح مادی کو حسی، واللہ اعلم۔

فائدہ

روح کے متعلق جو من امر ربی ارشاد ہے اس میں من علت کا ہے تبعیضیہ نہیں، یعنی روح امر رب کی وجہ سے ہے، مطلب یہ کہ روح ایسی چیز ہے جو امر رب سے پیدا ہوئی ہے، محققین کے نزدیک چونکہ روح عالم مادہ میں سے اور عنصری نہیں ہے، بلکہ عالم مجردات میں سے ہے اس لیے اس سے زیادہ سمجھ میں نہ آتا کہ خدا کے حکم سے پیدا کی ہوئی ہے۔ یہ تو روح حقیقی ہے، ایک روح

مادی ہوتی ہے اس میں دو صورتیں ہیں ایک روح طبی ہے جو بخارات سے بنتی ہے ، یہ مرنے کے وقت فنا ہوجاتی ہے ،اور ایک اس کے علاوہ اور روح ہے جس کو حدیث میں نسمہ کہاہے،اس کی ایسی شکل جیسی بدن انسانی کی ،ہاتھ ،پیر، ناک ،آنکھ،سب اعضاء ایسے ہی ہوتے ہیں۔اس کی ہیئت منطبق ہے اس پیکر پراور جسم لطیف ہے،وہ عرض نہیں ۔وہ مرنے کے بعدباقی رہتی ہے ،اور روح حقیقی انسان کے اندرداخل نہیں ہوتی بلکہ اس کو جسم سے ایک قسم کاتعلق ہے۔جیسے بادشاہ کواپنی تمام رعایاسے تعلق ہوتاہے ۔یہ صوفیہ کی تحقیق ایسی ہے کہ اس کے بعدتمام قرآن حدیث اس پر منطبق ہوجاتے ہیں ۔ (ازحسن العزیزص ۳۵۰ج ۱)

فائدہ

جانوروں میں روح طبی توہے ہی اورروح بمعنیٰ نسمہ میں شبہ ہے ۔حدیث شریف میں ہے کہ جانور بھی محشورہوں گے ،اب یاتوحق تعالی روح طبی ہی کوان میں پیدافرماویں گے یانسمہ بھی ان میں ہوتاہودونوں احتمال ہیں ،البتہ روح مجردان میں نہیں ہوتی ۔ (ازحسن العزیزص ۳۵۱ج ۱)

فائدہ

ظاہراًمعلوم ہوتاہے کہ اسی روح کے متعلق سوال تھاجس سے انسان زندہ ہے کیونکہ جب مطلق روح بولتے ہیں یہی مفہوم ہوتی ہے اور جواب سے ظاہراًمعلوم ہوتاہے کہ نصوص میں اس کی حقیقت ظاہرنہ کرنے کی وجہ بتلائی ہے اورضروری عقیدہ اس کے حدوث کاظاہرکردیاگیا ہے۔ اب یہ امرکہ کسی دوسرے

طریقہ سے اس کا انکشاف ہوسکتا ہے یا ہوتا ہے، آیت اس کے اثبات اور نفی دونوں سے ساکت ہے پس دونوں امر محتمل ہیں اور کوئی شق معارض نص کے نہیں، نص علیہ فی حجۃ اللہ البالغۃ۔ (از بیان القرآن) فقط

یہ تحریر خلاصہ اور تسہیل ہے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے مضمون ''الفتوح'' کی جو بحمد اللہ تعالیٰ دن کے صرف پانچ گھنٹوں میں مکمل ہوگئی ہے۔

یکم ذوالقعدۃ ۱۳۸۷ھ پنجشنبہ